عصرِ حاضر میں تربیت أطفال کی عدم پاسداری کے معاشرتی أسباب اور قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا حل: تجزیاتی مطالعہ

Social causes of non-passage in the training of children in modern times and their solution in the light of the Qur'an and Sunnah: Analytical study

Abid ul Hassan

M.phil(Islamic Studies)
Mirpur University of Science & Technology (MUST) Mirpur A.K

auhsmm@gmail.com

Ghulam Mustafa

M.phil (Schloar)
Mirpur University of Science & Technology (MUST) Mirpur A.K

ABSTRACT

In fact, it is human nature to worship the rising sun. When Muslims dominated the world as a superior nation, they were proud of their values and traditions. The system which Islam had ordained for them with the limits of seventy and hijab continued in the Muslim society with all its blessings and fruits. But in the twentieth century, when the English emerged on the page of history as conquerors, they changed the Muslim education system Which gripped the minds of generations of Muslims.In a society where a mother's embrace is considered the child's first school, an ideal mother is given priority over a thousand teachers. On the other hand, a teacher has been given the status of a spiritual father because of his ability to make the whole universe a school for the child. Unfortunately, due to the lack of trained teachers in today's society, the process of training children has also come to a standstill. Teachers' work is limited to salary increases and promotions۔ In addition, incidents of violence and beatings against children are also coming to light from many educational institutions۔ Violence against children by teachers is causing hatred in the hearts of children for teachers and deprivation of school.

Adopting the method of the Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him) in education and training can yield significant results. In the light of Islamic teachings, the training of children can be brought in the right direction.There is a need to train children on the principles of Islam so that they can emerge as active members of society.

Key words: Children, Guidance, Media Role, Parantes, Society.

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق فرما کر اس کو بے شمار انعامات سے نوازا ہے۔ ان میں سے ایک نعمت اولاد ہے۔ والدین کی ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ وہ بچوں کی پرورش کریں۔ اولاد کی تعلیم وتربیت کا ذمہ والدین کے سر ہوتا ہے۔ اگر والدین اچھے ہوں گے اور نیک سیرت کے حامل ہوں گے تو اولاد بھی نیک بنے گی اور دین کے راستے پر چلتی رہے گی۔ لیکن اگر والدین نے اچھائی کے مقابلہ میں برائی کو ترجیح دی ہو گی تو بچے بھی

برائی کے راستے پر گامزن رہیں گے۔ بچوں کو راہ راست پر لگانا اور ان کو اچھے اعمال کا کاربند بنا دینا ہی انسان کی کامیابی ہے۔ اس میں کوتاہی سے زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ ایک تو انسان اپنے رب کے سامنے شرمسار ہوتا ہے اور دوسرا معاشرہ میں اولاد کی وجہ سے ذلیل ورسوا ہو جاتا ہے۔

اولاد کی تربیت سے معاشرہ مرتب ہوتا ہے۔ اگر کسی کی اولاد اچھی ہو گی تو اس سے پورے معاشرہ پر اثرات مرتب ہوں گے۔ دوسرے بچے ان کو دیکھ کر اپنی سمت طے کریں گے اور تمام معاشرہ نیک بچوں کی مثالیں دے کر اپنے بچوں کو صحیح کام کرنے کی طرف راغب کرے گا۔ اس سے ایک مثالی معاشرہ پروان چڑھے گا۔ اس کے مقابلہ میں اگر کسی کی اولاد اچھی تربیت یافتہ نہ ہو گی تو اس کے اثرات دیگر بچوں پر بھی ہوں گے۔ دیگر بچے ان کو دیکھ کر برائی کا راستہ اختیار کرنے میں آسانی محسوس کریں گے اور اس راستے پر گامزان ہو جائیں گے۔ اس سے تمام معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہو گا۔

تربیت اطفال کی عدم پاسداری کے معاشرتی اسباب اور ان کے اثرات

ا۔ غیر معیاری نظامِ تعلیم

ہمارا نظامِ تعلیم اس قدر بحران کا شکار ہے کہ اس نے نسلِ نو کو نہ تو قومی ضرورتوں کے مطابق صحیح تعلیم دی اور نہ اسلامی تناظر میں ان کی سیرت و کردار کا انتظام کیا ہے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا نظام تعلیم مکمل طور پر ناکام ہوتا جا رہا ہے۔ آج ہمارے بچے ڈگریاں تو لے رہے ہیں لیکن اَخلاقی تنزلی کا شکار ہو گئے ہیں۔ نہ آدابِ گفتگو سے واقف ہیں نہ ہی آدابِ مجلس سے۔ بقول فواد کیفی؛

"مغرب، یورپ اور بالخصوص یہود نے اسلام اور مسلمانوں سے زمانۂ قدیم سے ایک الگ طرح کا بیر پال رکھا ہے۔ ان کی اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے بس یہی فکر رہتی ہے کہ کیسے بھی اسلام کا خاتمہ (نعوذ باللہ) کر سکیں۔ اس کے لیے وہ طرح طرح کی ترکیبیں آزماتے آ رہے ہیں۔ ایسے بے شمار محاذ ہیں جہاں انہوں نے اسلام کے خلاف اپنی جنگیں چھیڑ رکھی ہیں، اس میں ایک محاذ تعلیم بھی ہے"۔[1]

پاکستان دو قومی نظریے کے اعلان سے وجود میں آیا۔ جس کے بنانے کا مقصد یہ تھا کہ ہم اسے ایک جدید اسلامی معاشرہ بنا کر اس میں اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ اپنی آنے والی نسلوں کو ایسی تعلیم دیں کہ وہ دنیا میں بھی کامیاب ہوں اور ان کی آخرت بھی سنور جائے۔ ڈاکٹر محمد امین لکھتے ہیں:

"اس نظریاتی سمت کا اولین تقاضا یہ تھا کہ پاکستان بنتے ہی انگریز کے قائم کردہ نظام تعلیم کا بوریا بستر گول کر دیا جاتا اور قومی امنگوں اور ملی جذبوں کے تحت نئے نظام تعلیم کی بنیاد رکھ دی جاتی ہے لیکن افسوس کہ وابستگانِ اقتدار کو نظامِ تعلیم کو نئی بنیادوں پر استوار کرنے کا خیال ہی نہ آیا"۔[2]

۲۔ مخلوط تعلیم

آج ہمارا معاشرہ مغربی تہذیب کے اس پھیلائے ہوئے مخلوط تعلیم کے جال میں دھنسا جا رہا ہے۔ کل کے فرعون نے توحید پرست بچوں کو ذبح کرنے کی مہم چلائی تھی تا کہ وہ اپنی خدائی کو قائم رکھ سکے اور آج کے فرعون نے مخلوط تعلیم کے ذریعہ مسلمانوں کی نسلوں کو تباہ کرنے

---

1 فواد کیفی، سازشی تعلیم اور ہمارے بچے، س۲۰۱۸ء، ص۲۰

Fawād Kaifī, Sāzshī Tʿalīm Aur Hamāray Bachay, (2018 AD), Pg# 20

2 ڈاکٹر محمد امین، ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل، ادارہ مطبوعات طلبہ۔ لاہور، س۲۰۱۰ء، ص۵۰

Dr. Muḥammad Amīn, Hamārā Tʿalīmī Buḥrān aur Us kā ḥal, Idārah Maṭbūʿāt Ṭalabah, Lahore, (2010 AD), Pg# 50

کا مشن شروع کیا ہے تاکہ یہ بیدار ہو کر ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا نہ دیں۔ مخلوط تعلیم اس وقت تعلیمی اداروں میں مروج ہیں اور طلبہ وطالبات نہ چاہتے ہوئے بھی اسے اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ مخلوط تعلیم اپنے دامن میں بہت سے دینی، اخلاقی، روحانی اور معاشرتی نقصان لیے ہوئے ہے۔

"میکالے کے نظامِ تعلیم کے زیرِ دام آنے سے پہلے مسلمانوں کے ہاں مسندِ دعوت وارشاد اور تعلیمِ توحید وسنت کا ایسا نظام تدریس تھا جس میں علم برائے عمل اور تعلیم برائے تہذیب حاصل کی جاتی تھی۔ ان انسان ساز اداروں میں معلم عند اللہ مأجور (اللہ کے ہاں اجر حاصل کرلے) ہونے کی نیت سے اپنی بھرپور صلاحتیں صرف کرتے، لیکن انسانیت کے غم میں ہلکان ہونے کا ڈرامہ رچانے والوں نے بزعم خود جاہلوں کو تعلیم دینے کا ایسا جال بچھایا، جس میں نصاب تعلیم، طریق تعلیم اور مقصدِ تعلیم کی تثلیث میں مسلمان بچوں اور بچیوں کو ایک جگہ بٹھا کر یکساں تعلیم دے کر انہیں گمراہ وآوارہ مزاج، ژولیدہ فکر، بزدل، ہوس پسند، خود غرض، جنس زدہ اور تعیش پسند بنانے کا میٹھا زہر شامل کیا گیا"۔[1]

امریکی مفکر اور سوشل سائنسدان جورج گلڈر اپنی کتاب Man and Menage میں لکھتا ہے:

"مخلوط تعلیم میں لڑکے لڑکیاں جلدی بالغ ہو جاتے ہیں۔ مستزاد یہ کہ بلوغت کے وقت لڑکوں کے جسم میں مردانہ ہارمنز عام حالات کے مقابلے میں دس سے بیس گنا زیادہ پیدا ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ شدید نفسیاتی اور جنسی ہیجان کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لڑکیوں میں زنانہ ہارمونز کی وجہ سے بلوغت کے دور میں سستی اور ڈپریشن عام ہوتا ہے، ایسے حالات میں اکثریت صنف مخالف ہی کے متعلق سوچتی رہتی ہیں"۔[2]

اس نظامِ تعلیم نے عورت کو گھر سے یہ کہہ کر نکالا کہ اس کا حق ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔ انگریز عورت کو تعلیم دلانے میں اس قدر حساس، فکر مند اور پریشان ہیں کہ تعلیم و تعلّم میں جہاں بھی مردوں کا ذکر آتا ہے، وہاں عورتیں بھی ان کے ساتھ ساتھ ہوتی ہیں اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے لئے تعلیم کے حق کی نفی کی ہے، جب کہ پوری دنیا جانتی ہے کہ اَسماء الرجال کی کتابوں میں جہاں مردوں کے علمی کمالات کا تذکرہ ہے، وہاں مسلمان خواتین کی تعداد الحمدللہ اتنی زیادہ ہے کہ اس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

۴۔ غیر تربیت یافتہ اساتذہ

تاریخ میں جتنی بھی عظیم ہستیاں گزاری ہیں، ان کو بنانے میں ان کے اساتذہ کا ایک اہم کردار ہے۔ افلاطون، ارسطو کا استاد تھا اور ارسطو، سکندر اعظم کا۔ اسی طرح شمس تبریز، مولانا رومی کے روحانی استاد تھے۔ سید میر حسن، شاعر مشرق مفکر اسلام علامہ محمد اقبالؒ کے استاد تھے۔ ان لوگوں کی اچھی تعلیم وتربیت ہی تھی کہ اتنے عظیم انسان اس دنیا میں پیدا ہوئے۔

"یہ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ والدین کے بعد استاد ہی تربیت کا وسیلہ ہوتے ہیں۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ یہ وہ ہستیاں ہیں جو لوہے کو کندن، پتھر کو ہیرا، بنجر زمین کو زرخیز اور صحرا کو گلستان بناتی ہیں۔ یہ معمار بھی ہیں، لوہار بھی ہیں اور دہقان بھی ہیں"۔[3]

---

[1] مریم خنسا، مخلوط تعلیم، مشربہ علم وحکمت۔ کوئٹہ، س ۲۰۱۲ء، ص ۵

Mariyam Khansāʾ, Makhlūṭ Tʿalīm, Mashrabah ʿilm o Ḥikmat, Koʾiṯah, (2012 AD, Pg# 5

[2] ایضاً

Ibid.

[3] ڈاکٹر محمد امین، ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل، ص ۵۱

Dr. Muḥammad Amīn, Hamārā Tʿalīmī Buḥrān aur Us kā ḥal, Pg# 51

ٹیکنالوجی کے انقلاب نے جہاں سب بدلا، وہاں تربیت دینے والی یہ ہستی بھی بدل گئی۔ استاد کے نزدیک آج کے اس دور میں بچوں سے زیادہ جاہ و منصب اہم ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ وہ اپنی نااہلی اور لالچ کی وجہ سے قوم کے بچوں کا مستقبل تباہ کر رہے ہیں۔ ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہے۔

"تعلیم و تربیت کے فقدان کا ایک سبب یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں سفارش کلچر عام ہو چکا ہے۔ اکثر اساتذہ اپنی تعلیمی استعداد کے بل بوتے پر نہیں، بلکہ سفارش، جعلی کاغذات اور دیگر ناجائز ذرائع سے عہدے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، اگرچہ ان میں تعلیمی صلاحیت بالکل ناپید ہوتی ہے"۔[1]

معاشرے میں جہاں ایک ماں کی آغوش کو بچے کی پہلی درسگاہ قرار دینے کے ساتھ ایک مثالی ماں کو ایک ہزار اساتذہ پر فوقیت دی گئی ہے، وہیں ایک استاد کو اپنی ذات میں ساری کائنات کو بچے کے لیے ایک درس گاہ بنانے کی طاقت رکھنے کی وجہ سے روحانی والد کا درجہ دیا گیا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کے معاشرے میں تربیت یافتہ اساتذہ کی کمی کی وجہ سے بچوں کی تربیت کا عمل بھی رک گیا ہے۔ اساتذہ کا کام صرف تنخواہ میں اضافے اور ترقی کی حد تک محدود ہو چکا ہے۔

۵۔ جدید میڈیا اور ذرائع ابلاغ

عصر حاضر میڈیا کا دور ہے اور ہر تہذیب میڈیا کے ذریعے ہی بقا، تحفظ اور ارتقاء کی سرد جنگ لڑ رہی ہے۔ یعنی میڈیا کو عظیم ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہی ہے۔

"میڈیا یعنی ذرائع ابلاغ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے فائدے بے شمار ہیں اور نقصانات بھی۔ اگر صحیح طریقے سے اس کو استعمال کیا جائے تو اس سے کم وقت میں بہت زیادہ فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن یہ غلط پروپیگنڈے اور برائی کی تشہیر کا مؤثر ذریعہ بھی ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اب جنگیں میدانوں میں جیتنے کی بجائے میڈیا کے توسط سے جیتی جاتی ہیں۔ نیز کسی بھی معاشرے یا ملک کا قبلہ درست کرنے میں میڈیا نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے"۔[2]

یہ ذرائع ابلاغ ہی ہے جس کی وجہ سے دوسرے مذاہب کی تہذیب و ثقافت ہمارے معاشرے میں داخل ہوئی اور جس نے ہماری نسل کو اپنی تہذیب و ثقافت سے بے گانہ کر دیا۔

الیکٹرانک میڈیا

ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم، تھیٹرز، سی ڈیز، ڈی وی ڈی کمپیوٹر وہ الیکٹرانک ذرائع ہیں جن کی وجہ سے آج ہماری نسلیں اخلاق، پیار، رشتے داری، دوستی اور اپنوں کی تڑپ جیسے الفاظ بھول گئی ہے۔ ان کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ نسل ہمیں جانتی ہی نہیں۔ الیکٹرانک میڈیا سے بے حیائی ہمارے گھروں میں اس قدر رچ بس گئی ہے کہ ہمارے لیے مسلم اور غیر مسلم کی پہچان مشکل ہو گئی ہے۔

ابو الحسن مبشر احمد ربانی لکھتے ہیں:

---

[1] ڈاکٹر عطاء الرحمن، نوجوانوں میں تعلیم و تربیت کے فقدان کا تدارک، راحۃ القلوب، ج ۲، شمارہ ۱، جنوری ۲۰۱۸ء، ص: ۷۶

Dr. ʿAṭāʾ al-Raḥmān, Nujawānūn̲ Main̲ Tʿalīm o Tarbiyat kay Fuqdān kā Tadāruk, Rāḥat -al- Qulūb, Vol 2, Issue 1, (January 2018 AD), Pg# 76

[2] ڈاکٹر سید عبد المالک، اسلام اور جدید میڈیا، القلم، دسمبر ۲۰۱۴ء، ص ۲۵۹

Dr. Sayed ʿAbdul Mālik, Islām aur Jadīd Media, Al-Qalam, (December 2014 AD), Pg# 259

"موجودہ دور میں ٹی۔وی کی خرابیاں اور قباحتیں کسی بھی ذی شعور اور صاحب فہم و فراست پر مخفی نہیں۔ ٹی۔وی اسٹیشن اس دنیا میں بھی پائے جاتے ہیں، سب ہی فحاشی اور عریانی کے سیلاب کو عام کرنے میں ایک دوسرے سے آگے نکلے ہوئے ہیں"۔[1]

سوشل میڈیا

میڈیا کی اَقسام میں سوشل میڈیا کا کردار بہت نمایاں ہو گیا ہے۔ بچے، جوان، بوڑھے یعنی عورت و مرد میں سے سارے قسم کے لوگ اس سے جڑ گئے ہیں اور چوبیس گھنٹوں کا اسے اپنا ساتھی بنا لیا ہے۔ سوشل میڈیا مثلاً واٹس ایپ، فیس بک، ٹویٹر، گوگل پلس، یوٹیوب، Yahoo، مسینجر، وائبر، انسٹا گرام، ٹِک ٹاک وغیرہ ایک ایسا سیلاب ہے جو ہر ایک کو تباہی کی طرف لے کر جا رہا ہے۔

"سوشل میڈیا کی وجہ سے آج دنیا سمٹ کر گاؤں ہو گئی ہے۔ خبروں کی ترسیل، معلومات کی فراہمی، سماجی و معاشی معاملات حتی کہ قوم و مذہب کا فروغ سب کچھ آسان سے آسان تر ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ ان سماجی رابطوں نے سماج و معاشرے پر برائی کے بہت ہی گہرے اثرات چھوڑے ہیں جس کی لپیٹ میں نوجوان لڑکے اور لڑکیوں سے لے کر بچے بچیاں اور عمر دراز لوگ (بوڑھے، بوڑھیاں) تک ہیں"۔[2]

سوشل میڈیا کا دنیا کو گلوبلائزیشن بنانا حقیقت میں مغرب کی تہذیب و ثقافت کو پھیلانا اور باقی تہذیبوں خاص طور پر اسلامی تہذیب و تمدن کو ختم کرنے کی ایک سازش ہے۔ گلوبلائزیشن کے حوالہ سے ہمارے ہاں ایک طبقے کی رائے یہ ہے کہ یہ انتہائی مفید چیز ہے، اسے اختیار کرنے سے ہم لوگ بہت ترقی کر جائیں گے لیکن یہ چیز ہماری نسلوں کو تباہ کر رہی اور ہماری ثقافت کے بارے میں ہماری نسلوں کو گمراہ کر رہی ہے۔

پرنٹ میڈیا

اخبارات، جرائد، کتب و پمفلٹس، ناولز، بینرز، ڈائجسٹ وغیرہ کا تعلق پرنٹ میڈیا سے ہے۔ یہ میڈیا کی تیسری اہم قسم ہے۔ اس کی معاشرے میں اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا بھر کی معلومات اخبارات کے ذریعے ہم تک پہنچتی ہیں۔ ناولز، ڈائجسٹ، میگزین وغیرہ فحاشی کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ماڈلز اور ایکٹرز کی بے ہودہ تصویریں ہماری نوجوان نسل کے ذہنوں کو پراگندہ کر رہی ہیں۔ خواتین اپنا قیمتی وقت ان کو پڑھنے پر صرف کر دیتی ہیں تو بچوں کی تربیت پر کیا توجہ دیں گی؟

"دس سال کی عمر کے بچوں کو واقعات اور تجسس والی چیزیں پڑھنے کا شوق ہوتا ہے۔ اس شوق کو پورا کرنے کے لیے بازار سے جھوٹ پر مبنی خوفناک کہانیاں اور بھوت پریت کے قصے خرید کر پڑھتے ہیں جس سے ان کے ننھے ذہن پر انجانی چیزوں کا خوف ہمیشہ کے لیے اثر انداز ہو جاتا ہے اور وہ بزدل ہو جاتے ہیں"۔[3]

بچوں کی نفسیات کا معاملہ نازک ہے، وہ ہر چیز کا اثر قبول کر لیتے ہیں۔ منطقی مسائل کو سمجھنے سے ان کی عقل قاصر ہوتی ہے۔ اس لیے پرنٹ میڈیا کے ذریعے جو چیز ان کو ملتی ہے، وہ جلدی ان کے ذہن میں اپنی جگہ بنا لیتی ہے۔ اخبارات میں چھپنے ولے اشتہارات جنہیں دیکھ کر یہ فیصلہ

---

[1] ابوالحسن، مبشر احمد ربانی، ٹی۔وی معاشرے کا کینسر، جامع مسجد ابو بکر۔ ملتان، ص۵
Abu al-Ḥasan, Mubashir Aḥmad Rabbānī, T.V:Muʿāshray kā Cancer, Jamʿi Masjid Abū Bakr, Multan Pg# 5

[2] مقبول احمد سلفی، سوشل میڈیا کے دور میں بچوں کی تربیت کیسے ہو؟، س ۲۰۱۷ء
Maqbūl Aḥmad Salfī, Social Media kay Daur Maiṉ Bachūṉ kī Tarbiyat Kaisay Ho? (2017 AD)

[3] ابوالحسن، مبشر احمد ربانی، ٹی۔وی معاشرے کا کینسر، ص۵
Abu al-Ḥasan, Mubashir Aḥmad Rabbānī, T.V:Muʿāshray kā Cancer, Pg# 5

کرنا مشکل ہے کہ اشتہار چھاپنے اور چھپوانے والے مسلمان بھی ہیں یا نہیں۔ ہماری نسل کو جو ابھی اچھے برے کی تمیز کرنا نہیں جانتی، اس قسم کی اشیاء تباہی کی طرف لے جا رہی ہیں۔

غیر مذہبی رسومات

عقائد و نظریات کے علاوہ جس چیز سے کوئی قوم دوسری قوم سے جداگانہ حیثیت اور امتیازی شان کو برقرار رکھ سکتی ہے، وہ اس کی تہذیب و ثقافت اور طرزِ تمدن ہے۔ اگر کوئی قوم اپنی تہذیب کو چھوڑ کر دوسروں کے طرز حیات اور طریقوں کو اپنائے تو کہا جاتا ہے کہ اس کے پاس محض عقیدہ ہی ہے، عمل کچھ نہیں۔ قیامِ پاکستان سے قبل ہندو معاشرت سے قربت اور قیام پاکستان کے بعد مغربی تہذیب سے مرعوبیت کی بنا پر بہت سی غیر اسلامی رسومات اور تہوار ہمارے معاشرے اور ہماری تہذیب کا حصہ بن گئے۔ جیسے بسنت، ویلنٹائین ڈے، اپریل فول وغیرہ۔

"بذاتِ خود بسنت کا تہوار تو برا نہیں، اس میں پتنگیں اڑاتے ہوئے ہوائی فائرنگ کرنا، شور مچانا اور اودھم مچانا برا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بسنت کا تہوار بھی پنجاب کا خاص تہوار ہے اور یہاں صدیوں سے منایا جاتا ہے۔ آزادی سے پہلے یہ تہوار ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی مل جل کر منایا کرتے تھے"۔[1]

جدت پسندی کا فروغ

مغرب صدیوں سے پادریوں اور کلیسا کی غلامی میں جکڑا ہوا تھا۔ اس جکڑ بندی کے خلاف سولہویں صدی میں مارٹن لوتھر نے ایک مضبوط تحریک شروع کی جس نے آگے چل کر پروٹسٹ کے نام سے ایک مستقل مکتب کی شکل اختیار کر لی۔ اس کے بعد کلیسا و پاپائیت کے خلاف متنوع تحاریک اٹھیں اور ان تحاریک کی کوکھ سے ماڈرن ازم کی ایک ہمہ گیر تحریک نے جنم لیا۔ مغرب کے نامی گرامی فلاسفہ نے عقل و فلسفیانہ بنیادوں پر ماڈرن ازم کی راہ ہموار کی اور زندگی گزارنے کے متعدد فلسفے خالص عقلی بنیادوں پر مغربی دنیا میں وجود میں آئے۔ ان تمام فلسفوں کا جامع عنوان ماڈرن ازم ہے جن میں قدر مشترک موجودہ دور کے انسان کو زیادہ سے زیادہ آزادی اور خود مختاری کا علم بردار بنانا تھا۔

واضح طرز پر جدید زندگی کی چیدہ چیدہ ذہنی، سائنسی اور اجتماعی و سیاسی قوتوں کا اثر و نفوذ محسوس کیا جا رہا ہے۔ مسلم معاشرے کا شاید ہی کوئی پہلو ہو جو اس ٹکراؤ سے غیر متاثر رہا ہو۔ بقول ڈاکٹر خالد علوی:

"مسلمان معاشرے مغرب کی نقالی میں اور مغرب کے دباؤ کی وجہ سے اپنی عورتوں کو آزادی پر آمادہ کر رہے ہیں کہ اس کا انجام معاشرتی اداروں کی تباہی اور اخلاقی فساد کے سوا کچھ اور نہیں ہے"۔[2]

آج کل جدت پسندی کے نام پر کھانے پینے میں بھی نئے انداز اور طور طریقے اپنائے جا رہے ہیں جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں بلکہ طبی لحاظ سے بھی ضرر رساں ہیں۔ اس کے علاوہ آج مسلم معاشرے کے لباس میں بھی تبدیلی آگئی ہے۔ عورتیں خود بھی نیم عریاں لباس پہنتی اور اپنی بچیوں کو بھی ایسا ہی لباس زیب تن کرواتی ہیں جو مغربی تہذیب کا آئینہ دار ہو۔

---

1 ام عبد منیب اور مریم خنساء، صحافت اور اس کی اخلاقی اقدار، مشربہ علم و حکمت ملتان روڈ۔ لاہور، ص۷۶

Umm-e-ʿAbd-e- Munīb & Mariyam Khansāʾ, Ṣaḥāfat aur Us kī Akhlāqī Aqdār, Mashrabah ʿilm o Ḥikmat, Multān Road, Lahore, Pg# 76

2 ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران و تاجران۔ لاہور، س۲۰۱۰ء، ص۵۳۰

Dr, Khālid ʿAlvī, Islām kā Muʿāshartī Niẓām, Al-Faiṣal Nāshirān wa Tājirān, Lahore, (2010 AD), Pg# 530

غیر معیاری نظامِ تعلیم، غیر مذہبی تہوار، غیر تربیت یافتہ اساتذہ، ملٹی میڈیا، جدت پسندی یہ ایسے اسباب ہیں جو ہمارے معاشرے میں پائے جاتے ہیں۔ جن کی بہتری نہ ہونے کی وجہ سے آج ہمارا بچہ تعلیم تو حاصل کر رہا ہے لیکن بے کردار ہو گیا ہے۔ خود غرضی، کینہ پروری، لالچ، بغض وعداوت، غصہ، غیبت، نفس پرستی، بے حیائی، حسد جیسی برائیاں آج ہمارے بچے میں جنم لے رہی ہیں۔ بچہ اپنے گھر سے زیادہ اپنے ماحول کا اثر قبول کرتا ہے۔ معاشرہ جس ڈگر پر چلے گا، بچہ بھی اسی طرف ہی چلے گا۔ اگر بچہ میں اخلاقی اور نفسیاتی مسائل پیدا ہو رہے ہیں تو اس کی وجہ معاشرے کے یہی اسباب ہیں۔ ہمارا معاشرہ جو تعلیم دے رہا ہے، وہ پڑھے لکھے جاہل پیدا کر رہا ہے۔ جن کا مقصد صرف پیسہ کمانا اور دوسروں کو نیچا دکھانے کے سوا کچھ نہیں۔ آج ہمارا بچہ تنہا ہوتا جا رہا ہے۔ اس کو توجہ چاہیے۔ والدین اور سوسائٹی کو مل بیٹھ کر ان اسباب کا تدارک کرنے کی ضرورت ہے تاکہ کل کو بچہ اس ملک وملت کی باگ دوڑ سنبھال سکے۔

بچوں کی تعلیم وتربیت کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر

معاشرے کا اہم کام بچے کو بہتر تعلیم وتربیت مہیا کرنا ہے کیوں کہ تعلیم کے بغیر بچہ ادھورا ہے۔ دینِ اسلام میں علم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ نبی کریم ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی وہ علم ہی کے بارے میں تھی۔ ارشادِ ربانی ہے:

"اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ"۔ [1]

جس رب نے پیدا کیا اس کے نام سے پڑھو۔ جس نے انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا۔ تم پڑھو اور تمہارا رب بہت عزتوں والا ہے۔ جس نے قلم کے ساتھ سکھایا اور انسان جس کو نہیں جانتا تھا وہ بھی سکھا دیا۔

اسی طرح علم والوں کی اہمیت بھی بیان کی گئی ہے:

"يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ"۔ [2]

تم میں سے جو ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرے گا، بے شک جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ"۔ [3]

آپ فرما دیجئے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔ بے شک عقل مند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔

یعنی نسل انسانی کی ترقی اور بقاء کے لیے علم کا حصول بہت ضروری ہے۔ اس کے ذریعے انسان اچھے اور برے کا فرق جان پاتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے تعلیم وتربیت میں معراج پا کر دین ودنیا میں سربلندی اور ترقی حاصل کی لیکن جب مسلمان علم اور تعلیم سے دور ہوئے تو غلام بنا لیے گئے یا پھر جب بھی انہوں نے تعلیم کے مواقعوں سے خود کو محروم کیا، وہ بحیثیت قوم اپنی شناخت کھو بیٹھے۔

---

[1] العلق ۹۶: ۱-۵

Al-ʿAlaq, 96:1-5

[2] المجادلۃ ۵۸: ۱۱

Al-Mujādalah, 58:11

[3] الزمر ۳۹: ۹

Al-Zumur, 39:9

ڈاکٹر محمد امین اپنی کتاب ہمار تعلیمی بحران اور اس کا حل میں نئے نظام تعلیم کی چند بنیادیں بیان کرتے ہیں جس میں جدید تعلیم بھی ہو دینی تعلیم بھی۔

۱۔ جدید تعلیم اس طرح دی جائے کہ دینی تعلیم نہ صرف اس کا معتد بہ حصہ ہو بلکہ اس کا تناظر بھی اسلامی ہو۔

۲۔ دینی تعلیم اس طرح دی جائے کہ جدید علوم کا تعارفی و تنقیدی مطالعہ بھی اس کا حصہ ہو اور اس کے فارغ التحصیل عالم جدید معاشرے کی ضروریات سے باخبر اور اس کے چیلنجوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

۳۔ نظام تعلیم ایک ہو، اس میں دین و دنیا کی ثنویت نہ ہو۔

۴۔ اسلامی تربیت اور تزکیہ نظام تعلیم کی بنیاد اور اس کا جزءلا تخریبی ہو اور نظام تعلیم میں اس کا وزن تدریس کسی طور پر کم نہ ہو۔

۵۔ مغربی فکر و تہذیب کی بالادستی کو شعوری طور پر رد کر دیا جائے۔ اسلامی فکر و تہذیب کی بالادستی کو اُجاگر کیا جائے۔ اس پر امت کا افتخار بحال کیا جائے، مغربی فکر و تہذیب کا تنقیدی مطالعہ ہر تعلیمی سطح پر کیا جائے۔[1]

اس کے علاوہ اساتذہ کی تربیت بھی ضروری ہے کیونکہ ایک اچھا استاد ہی بچوں کو بہترین انسان بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ استاد کا کام صرف علم پہنچانا نہیں، تربیت بھی کرنا ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی یہی تھا اور حضرت ابراہیمؑ نے ایسے ہی رسول کی دعا فرمائی تھی جو تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ"۔[2]

اے اللہ! ان میں، انہی میں سے ایک رسول بھیج جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم بھی دے۔

ایک دوسری جگہ مؤمنین پر احسان جتلاتے ہوئے بتایا:

"لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ"۔[3]

تحقیق اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر ایک رسول بھیج کر بہت بڑا احسان کیا، جو ان کے لیے تلاوت کرتا ہے، انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

اس سلسلے میں کثرت سے احادیث بھی وارد ہوئی ہیں جن میں اہلِ علم کی ستائش کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

---

1 ڈاکٹر محمد امین، تعلیمی بحران اور اس کا حل، ص ٦٨

Dr. Muḥammad Amīn, Hamārā Tʿalīmī Buḥrān aur Us kā ḥal, Pg# 68

2 البقرہ ۲:۱۲۹

Al-Baqarah, 2:129

3 آل عمران ۳:۱۶۴

Āl ʿimrān, 3:164

"فَضْلُ العَالِمِ عَلَى العَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالأَرَضِينَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الخَيْرَ"۔[1]

اور عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ پر۔ یقیناً اللہ عزوجل اس کے فرشتے اور آسمان وزمین والے حتی کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی تک لوگوں کے معلم کے لیے خیر کی دعا کرتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، وہ بیان کرتے ہیں۔

"ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے، وہاں دو حلقے بیٹھے ہوئے تھے ،ایک حلقہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا اور اللہ سے دعا کر رہا تھا، دوسرا تعلیم و تعلم کا کام سر انجام دے رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دونوں بھلائی کے ہیں۔ یہ حلقہ قرآن پڑھ رہا ہے اور اللہ سے دعا کر رہا ہے۔ اللہ چاہے تو اس کی دعا قبول فرمائے، یا نہ فرمائے۔ دوسرا حلقہ تعلیم و تعلم میں مشغول ہے اور میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر یہیں بیٹھ گے"۔[2]

جس طرح کی تعلیم آج کے مسلم معاشرے میں بچوں کو دی جارہی ہے، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے پہلے ہی پیشین گوئی فرمادی تھی۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"علامات قیامت میں سے ہے کہ (دینی) علم اٹھ جائے گا اور جہل ہی جہل ظاہر ہو جائے گا"۔[3]

اسلام میں دوسری زبانوں کی تعلیم حاصل کرنے سے منع نہیں فرمایا گیا۔ لیکن ہماری تعلیم میں انگریزی زبان اور انگریزی سکولوں کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ فرانس، جاپان، چین نے انگریزی کو اختیاری مضامین کا درجہ دیا ہے لیکن ہم نے اپنی مادری زبان کو پیچھے دھکیل کر انگریزی زبان کو لازمی کر لیا ہے جس کی وجہ سے ہمارا بچہ آج ذہنی کشمکش کا شکار ہے۔

مخلوط تعلیم کے بارے میں قرآن وحدیث کا حکم

اسلام عورتوں کی تعلیم کے مخالف نہیں ہے۔ تعلیم کا حاصل کرنا مرد وعوت دونوں کے لیے لازمی ہے لیکن اسلام تعلیم کے ان تمام طریقوں سے منع کرتا ہے جو صنف نازک کو اس کی نسوانیت سے محروم کر کے حیا باختہ اور آوارہ بنادے۔ اسلام مرد وزن کے بے حجابانہ اختلاط کو انسانی معاشرہ کے لیے تباہ کن قرار دیتا ہے۔ اس لیے اسلام میں مخلوط تعلیم کا کوئی جواز نہیں۔ والدین کو اپنے بچوں کے لیے سکول کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو مخلوط تعلیمی اداروں کی بجائے الگ الگ تعلیمی اداروں میں بھیجنا چاہیے۔ بچیوں کو ایسی تعلیم دیں جو ان کی آئندہ زندگی میں ان کے کام آسکے۔ مریم خنساء لکھتی ہیں:

---

1 ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت، س۱۹۹۸ء، ج۴، ص۳۴۷، حدیث ۲۶۸۵

Tirimdhī, Muḥammad Bin ʿīsā, Al-Sunan, Dār al-Kutub al-ʿilmiyyah, Bairūt, (1998), Vol 4, Pg# 347, Hadith No. 2685

2 ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، دار إحیاء الکتب العربیۃ، ج۱، ص۸۳، حدیث ۲۲۹

Ibn Majah, Muḥammad Bin Yazīd, Al-Sunan, Dār Iḥyāʾ al-kutub al-ʿArabiyyah, Vol 1, Pg# 83, Hadith No. 229

3 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت، س۱۹۹۰ء، ج۲، ص۲۱۰، حدیث ۸۰

Bukhārī, Muḥammad bin Ismāʿīl, Al-Jāmiʿ al-ṣaḥīḥ, Dār al-Kutub al-ʿilmiyyah, Bairūt, (1990 AD), Vol 2, Pg# 210, Hadith No. 80

"جب ایک لڑکی لڑکیوں میں رہتی ہے تو وہ لڑکیوں کو دیکھ کر بہت سے ایسے معاشرتی آداب اور الفاظ سیکھ جاتی ہے جنہیں عورت ہونے کے ناطے اسے اپنی معاشرتی زندگی میں برتنا ہوتا ہے۔یہی حال ایک لڑکے کا ہے۔ وہ اپنے ہم صنفوں میں رہ کر بغیر کسی محنت کے اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوتا چلا جاتا ہے۔جب کہ دونوں صنفوں کے ایک ہی جگہ تعلیم وتربیت حاصل کرنے سے نہ لڑکا مردانہ عادات واطوار سیکھ پاتا ہے اور نہ لڑکی نسوانی آداب وسلیقے سے اپنے آپ کو آراستہ کر سکتی ہے۔اس کے برعکس وہ غیر شعوری طور پر ایک دوسرے کی عادات اپناتے چلے جاتے ہیں"۔[1]

یہ مخلوط تعلیم کا نتیجہ ہے کہ آج لڑکے ،لڑکیوں کی طرح کے رنگین لباس میں اور لڑکیاں ،لڑکوں کی طرح کے لباس میں نظر آتی ہیں۔حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:

"لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَالمتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ"-[2]

آپ ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت کی ہے۔

بچیوں کو شروع سے ہی پردے کی اہمیت سے روشناس کروانا چاہیے۔انہیں ام المومنینؓ اور صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین کے قصے سنائیں۔اگر انہیں آپ مخلوط تعلیمی اداروں میں بھیجیں گے تو اپنے ہم جماعت طلبہ وطالبات سے جو سیکھیں گے،اس کا اثر ان پر زیادہ ہو گا۔پھر بے تحاشہ آپ جتنی بھی کوشش کرلیں،بچی اسلامی تعلیمات کو اپنانے سے گریز کرے گی۔

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَحِيمًا"۔[3]

اے نبی ﷺ !اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مؤمنین کی عورتوں کو فرمائیے کہ اپنی چادریں اوڑھے رکھیں۔یہ کم درجہ ہے ان کی پہچان کا اور انہیں اذیت نہ دی جائے۔اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔

نبی کریم ﷺ نے عورتوں کی تعلیم کے لیے الگ دن مقرر کیا ہوا تھا۔حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ

"قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ، فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ، فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيهِ، فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ"-[4]

عورتوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ سے فائدہ اٹھانے میں مرد ہم سے آگے بڑھ گئے ہیں، اس لیے آپ ﷺ اپنی طرف سے ہمارے لیے کوئی دن خاص فرمادیں تو آپ ﷺ نے ان سے ایک دن کا وعدہ کیا۔اس دن عوتوں سے آپ ﷺ نے ملاقات کی اور انہیں وعظ فرمایا اور مناسب احکام سنائے۔

---

1 مریم خنساء، مخلوط تعلیم، ص ۶۲

Mariyam Khansāʾ, Makhlūṭ Tʿalīm, Pg# 62

2 ترمذی، محمد بن عیسی، السنن، ج۴، ص ۴۰۲، حدیث ۲۷۸۴

Tirimdhī, Muḥammad Bin ʿīsā, Al-Sunan, Vol 4, Pg# 402, Hadith No. 2784

3 الاحزاب ۵۹:۳۳

Al-Aḥzāb, 33:59

4 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج۱، ص ۳۲، حدیث ۱۰۱

Bukhārī, Muḥammad bin Ismāʿīl, Al-Jāmiʿ al-ṣaḥīḥ, Vol 1, Pg# 32, Hadith No. 101

لہٰذا مسلم معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مغربی تقلید کو چھوڑ دیں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے الگ الگ مدارس کا قیام عمل میں لائیں۔ جہاں دونوں ذہنی دباؤ اور کشمکش کا شکار ہوئے بغیر تعلیم حاصل کریں۔

اسلامی نظریۂ ابلاغ

عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے فائدے تو ہیں لیکن نقصانات اس سے بھی زیادہ ہیں۔ ابلاغ کا جو تصور اسلام پیش کرتا ہے، وہ آج کے ابلاغ سے بالکل مختلف اور جداگانہ ہے۔

"کیونکہ اسلامی نظریۂ ابلاغ کی بنیاد دین اسلام ہے اور دین کے تمام اصول، احکام اور ضوابط مخلوق کی بجائے خالق کائنات کے تخلیق کردہ وارسال کردہ ہیں۔ بالفاظ دیگر قرآن وحدیث کی آفاقی تعلیمات جو زندگی کے جملہ شعبہ جات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں، شروع سے آخر تک تمام مراحل زندگی میں مکمل راہنمائی فراہم کرتی ہیں جن سے معاشرہ میں توازن اور اعتدال کی راہ ہموار ہو جاتی ہے"۔[1]

اسلام نے سب سے پہلے ابلاغ کا تصور پیش کیا۔ تخلیق آدم کے وقت رب کائنات اور فرشتوں کے درمیان ہونے والا پہلا مکالمہ یعنی

"وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً"۔[2]

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔

پروفیسر مہدی حسن لکھتے ہیں:

"اسلام کے نظریۂ ابلاغ کی ابتداء تخلیق آدم کے عقیدے کے مطابق آدم کی فرشتوں کے مقابلے میں فہم وفراست اور دانش کا علم بردار ہونے سے ہوتی ہے۔ انسان اپنی اسی فہم وفراست اور ادراک وشعور کی دولت سے بہرہ ور ہونے کی بدولت مسجود ملائک ٹھہرا تھا"۔[3]

نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری بھی اللہ کی طرف سے یہی تھی کہ وہ اس کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں۔

"يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ"۔[4]

اے نبی ﷺ جو آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا، اس کو پہنچا دیجیے۔

عصر حاضر کا ذرائع ابلاغ ہمارے بچوں کو فحاشی، بے حیائی، جھوٹ وغیبت اور ایک دوسرے کی تحقیر کرنے کی طرف راغب کر رہا ہے۔ اسلام اس طرح کے ابلاغ کے طریقے کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ"۔[5]

اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو، نیکی کا حکم دو، برائی سے منع کرو اور جو تکلیف تمہیں پہنچے اس پر صبر کرو، یہ عزم امور میں سے ہے۔

---

1 ڈاکٹر مطیع اللہ باجوہ، ابلاغ کا اسلامی تصور اور عہد حاضر کے معاشرتی تقاضے، القلم، دسمبر ۲۰۱۶، ص ۲۰۹
Dr. Muṭīʿullah Bājwah, Iblāgh kā Islāmī Taṣawwur aur ʿahd Ḥāḍir kay Muʿāshartī Taqāḍay, Al-Qalam, (December 2016 AD), Pg# 209

2 البقرہ ۲:۳۱
Al-Baqarah, 2:31

3 پروفیسر مہدی حسن، جدید ابلاغ عام، مقتدرہ قومی زبان۔ اسلام آباد، ص ۲۲۴
Professor Mehdī Ḥasan, Jadīd Iblāgh e ʿām, Muqtadirah Qaumī Zubān, Islām Abād, Pg# 244

4 المائدہ ۵:۶۷
Al-Māʾidah, 5:67

5 لقمان ۳۱:۱۷
Luqmān, 31:17

والدین کو چاہیے کہ وہ بچے کی ہر حرکات و سکنات پر نظر رکھیں۔ نیٹ والے فون پر بچہ کیا چیز دیکھ رہا ہے۔ ٹی۔ وی پر وہ کس طرح کے پروگرامز دیکھ رہا ہے۔ ان سب کا علم والدین کو ہونا چاہیے۔ آج کل کارٹونز میں بھی فحاشی اڈ آئی ہے۔

حضرت عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللَّهِ، مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ حَرَّمَ الفَوَاحِشَ، وَمَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ المَدْحُ مِنَ اللَّهِ"[1]

کوئی بھی اللہ سے زیادہ غیرت مند نہیں اور اسی لیے اس نے فواحش کو حرام قرار دیا ہے اور اللہ سے زیادہ کوئی تعریف پسند کرنے والا نہیں۔

والدین کو بچوں کے سامنے خود کو بھی ٹی۔ وی اور موبائل سے جتنا ہو سکے دور رکھنا چاہیے۔ کیونکہ بچہ تقلید پسند ہونے کی وجہ سے اسی چیز کو زیادہ اہم سمجھے گا جسے والدین اہم سمجھیں گے۔ جب ٹی۔ وی اور موبائل نہیں تھا تب بھی بچوں کو سکھایا جاتا تھا، ان کی تربیت کی جاتی تھی۔ موبائل اور ٹی۔ وی کے ہاتھوں یہ کام سپرد کر کے صرف اور صرف ان ذمہ داریوں سے خود کی جان چھڑانا ہے، جن کو نبھانے کا کام قدرت نے ہمیں ودیعت کیا ہے۔ اس کے علاوہ والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو فحش لٹریچر پڑھنے کے لے نہ دیں، نہ چھوٹے بچوں کو درس و تدریس کے لیے ایسی کتب مہیا کریں جن میں فحش تصاویر ہوں جیسے آج کل بچیاں فروزن اور منڈریلا جیسی کہانیوں کو پسند کرتی ہیں۔ جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

غیر مذہبی تہوار

غیر مذہبی تہوار جن کا اسلام میں کوئی وجود نہیں، ان کو منانا جائز نہیں ہے۔ لیکن ہم اور ہماری آنے والی نسلیں غیر مذہبی تہواروں کو منانے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔ جب ہم اور ہمارے بچے غیر اقوام کے تہواروں کو منائیں گے تو انہی کے اطوار و طریقے ہی ہمارے بچے سیکھیں گے اور اسلامی تعلیمات سے دور ہو جائیں گے۔ اسلام نے بھی مسلمانوں کو خوشی منانے کا حق عطا کیا ہے اور ان کے لیے دو تہواروں کو اہم قرار دیا ہے ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحیٰ۔

"قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَافَقَالَ: مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحَى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ "[2]

ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے، اہل مدینہ نے دو دن کھیل کود کے لیے مقرر کر رکھے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ دو دن کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ زمانہٗ جاہلیت میں ہم ان دونوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے بدلہ تمہیں ان دنوں سے بہتر دو دن عطا فرمائے ہیں۔ ایک یوم الاضحیٰ اور دوسرا یوم الفطر۔

عید الفطر

1 بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج۷، ص۳۵، حدیث ۵۲۲۰

Bukhārī, Muḥammad bin Ismāʿīl, Al-Jāmiʿ al-ṣaḥīḥ, Vol 7, Pg# 35, Hadith No. 5220

2 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، ج۱، ص۲۹۵، حدیث ۱۱۳۴

Abū Dāwūd, Sulaimān bin Al-Ashʿath, Al-Sunan, Vol 1, Pg# 295, Hadith No. 1134

عید الفطر مسلمانوں کا مذہبی تہوار ہے جو کہ ہر سال یکم شوال کو منایا جاتا ہے۔ مسلمان ماہ صیام کے روزوں کے گزرنے کے بعد یہ دن مناتے ہیں اور یہ دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے ایک نعمت ہے۔ بچوں کو بتایا جائے کہ اس دن صدقہ فطر ادا کر کے غریبوں کو بھی اپنی خوشی میں شامل کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو یہ تہوار خوشی خوشی منانے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ"۔[1]

کہہ دیجئے کہ اللہ کی عظمت اور اس کی شفقت میں لوگ یہ خوشی منائیں، بجائے اس کے کہ وہ مال جمع کر رکھیں۔

بچوں کو روزے کی اہمیت کے بارے میں بتایا جائے کہ اس دن مسلمان صرف اپنے رب حقیقی کی محبت حاصل کرنے کے لیے طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک بھوکا پیاسا رہتے ہیں اور اس دوران فحش باتیں کرنا، جھوٹ بولنا، دھوکا دینا غرض ہر طرح کے برے کام سے خود کو مسلمان بچائے رکھتے ہیں۔ یوں ان کے اندر تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ"۔[2]

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گیے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

عید الاضحیٰ

مسلمانوں کا دوسرا تہوار عید الاضحیٰ ہے۔ جو ہر سال ۱۰ ذی الحجہ کو نہایت جوش و جذبے اور عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔ عید الاضحیٰ میں دنیا بھر کے مسلمان خدا کے حضور اپنے جانوروں کی قربانی کر کے حضرت ابراہیمؑ کی سنت کو تازہ کرتے ہیں۔ بچوں کو حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ سنایا جائے کہ کس طرح وہ اللہ کے حکم کی بجا آوری کے لیے اپنے لخت جگر کو اس کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور اولاد بھی اتنی فرمانبردار کہ اپنے باپ کی حکم عدولی نہ کی۔

"فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللهُ مِنَ الصَّابِرِينَ"۔[3]

اور جب وہ ان کے ساتھ چلنے کے قابل ہوا تو فرمایا: اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں تجھے ذبح کرتے دیکھا ہے، بتا تیرا کیا خیال ہے، بیٹے نے کہا: اے میرے ابا جان! جو حکم ہوا کر گزریں، آپ مجھے ان شاء اللہ صابر پائیں گے۔

غیر اسلامی تہوار اخلاقی بگاڑ کا سبب بنتے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں ان کا وجود نہ صرف ہمارے لیے بلکہ ہماری آنے والی نسلوں کے لیے تباہی کا موجب ہے۔ کرسمس، ہولی، بسنت، ویلنٹائن ڈے وغیرہ ان تہواروں کا ہماری تہذیب اور کلچر سے دور دور تک کا کوئی تعلق نہیں۔

جدت پسندی کے بارے میں قرآن وحدیث کا مؤقف

اسلام جو ایک فطری دین ہے، کسی جدت پر بحیثیت جدت کے کوئی پابندی عائد نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات اسے مستحسن قرار دیتا ہے اور اس کی اہمیت بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر لوگوں کو غور و فکر اور تدبر کرنے کا حکم آیا ہے۔

---

1 یونس ۱۰:۵۸

Yūnus, 10:58

2 البقرہ ۲:۱۸۳

Al-Baqarah, 2:183

3 الصافات ۳۷:۱۰۲

Al-Ṣāffāt, 37:102

"إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ۔۔۔۔۔۔"۔[1]

بے شک زمین و آسمان کی تخلیق، دن اور رات کی تبدیلی میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں، جو اٹھتے بیٹھے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اپنی کروٹوں پر زمین اور آسمان کی تخلیق کے بارے میں سوچتے ہیں کہ اللہ نے کسی چیز کو باطل پیدا نہیں فرمایا، (اور کہتے ہیں) تو پاک ہے ہمیں آگ سے بچا۔

اس کے ساتھ قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ جو بھی چیز ہو اس کو سمجھ بوجھ کر مانو اور اندھے پن سے کسی چیز کو قبول نہ کرو۔

"وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا"۔[2]

اور مؤمن وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ ان پر اندھے بہرے بن کر نہیں گرتے۔

گویا جدت پسندی دو دھاری تلوار ہے جو انسانیت کو فائدہ پہنچانے کے کام بھی آسکتی ہے اور اس کا کام تمام بھی کر سکتی ہے۔ لہذا اس مسئلہ کا حل یہی ہے کہ زمانے کے ہر نئے طور طریق اور ہر نئے رسم ورواج کو اسی ظاہری چمک دمک کی بنیاد پر نہیں بلکہ اس بنیاد پر مانا جائے کہ وہ پروردگار کے راستہ کے مطابق ہے یا نہیں اور اگر اس بارے میں شریعت کا کوئی حکم آجائے تو اسے فوراً قبول کیا جائے۔

اسلام عورتوں کی اس آزادی کو قطعاً پسند نہیں کرتا جو جدت پسندی کے نام پر اسلامی معاشرہ میں آگئی ہے۔ ایسی آزادی خاندانی زندگی کی تباہی کی بنیاد ہے۔ اسلام اس سلسلے میں پردے کا حکم دیتا ہے اور خاوند کے علاوہ کسی نامحرم کے لیے سج دھج کر جانے سے منع فرماتا ہے۔

خلاصہ کلام

سطور بالا سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ معاشرے کا فرض ہے کہ وہ آنے والی نسلوں کو محفوظ رکھنے کے لیے تمام افرد کو یکجا کرے اور ان کے مسائل کا سدباب کرے خصوصاً ان مسائل کا جو بچوں کی تربیت کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن و حدیث میں واضح طور پر راہنمائی موجود ہے۔ بچوں کو نہ صرف اچھی تعلیم مہیا کی جائے بلکہ ان کی تربیت کو بھی لازمی بنایا جائے۔ اس سلسلے میں ان کو تربیت یافتہ اساتذہ مہیا کیے جائیں، ان تمام محرکات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے جو بچوں کو برائی اور بے حیائی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ بچہ پر ماحول ایک شدید طور پر اثر انداز ہوتا ہے۔ لہذا معاشرے کا پاک وصاف ہونا بہت ضروری ہے۔ بچہ کی تربیت اچھی ہوگی تو ہی وہ معاشرے کا نہ صرف کامیاب اور معزز شہری بنے گا بلکہ معاشرے کی بہتری کے لیے بھی کام کر سکے گا۔

---

1 آل عمران ۳:۱۹۱

Āl ʿimrān, 3:191

2 الفرقان ۲۵:۷۳

Al-Furqān, 25:73